یادگار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ
بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہِ قائدِ اعظم۔ لاہور

بحضور شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مشرق و مغرب میں پھیلا فیض جس کا چار سُو
چھوڑ کر وہ یہ زمیں و آسماں جاتا رہا

فیض جس کا عام تھا اقوامِ عالم کے لیے
ایسا مرشد ایسا مونس جانِ جاں جاتا رہا

زندگی جس نے گزاری سنتوں کی چھاؤں میں
اہلِ سنت کا محافظ حق نماز جاتا رہا

صد ہزاراں سالکاں کو وہ مجلّا کر کے خوب
آفتاب و ماہتاب پیرِ مغاں جاتا رہا

نتیجۂ فکر: مولانا محمد قاسم لوہاروی (ہند)

افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

تلخیص

مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی صاحب دامت برکاتہم

یادگار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہِ قائدِ اعظم۔ لاہور

ضروری تفصیل

نام کتاب	نماز میں کی جانے والی کوتاہیاں
افادات	حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ
تلخیص	مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی صاحب دامت برکاتہم
کمپوزنگ	نصر اللہ مہر
تزئین	محمد ارمغان ارمانؔ
تاریخِ اشاعت	رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ مطابق جولائی ۲۰۱۵ء
تعداد صفحات	۴۸
ناشر	خانقاہ امدادیہ اشرفیہ بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہِ قائدِ اعظم۔ لاہور

نگرانِ طباعت و اشاعت: خلیفۂ مجاز شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ — ڈاکٹر شاہ عبد المقیم عفا اللہ تعالیٰ عنہ

رہائش: J-10 آرکیٹیکٹ ہاؤسنگ سوسائٹی ڈاکخانہ ٹھوکر نیاز بیگ لاہور
khanqahmuqeem@yahoo.com

لٹریچر کی ترسیل بذریعہ ڈاک صرف ان پتوں سے ہوتی ہے

انجمن احیاء السنّہ
32 راجپوت بلاک، نفیر آباد، باغبانپورہ۔ لاہور

یادگار خانقاہِ امدادیہ اشرفیہ
بالمقابل چڑیا گھر، شاہراہِ قائدِ اعظم۔ لاہور

0300-0321-0334-0313: 9489624
www.khanqah-lhr.org Khanqah.lhr@gmail.com

حکیم الامت مجدّد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرّہٗ نے اپنی تصنیف ''اصلاح انقلاب امت'' میں نماز پڑھنے میں عام طور پر لوگ جن کوتاہیوں کا ارتکاب کرتے ہیں ان کی نشاندھی اس عنوان کے تحت فرمائی ہے۔ ''نماز میں کی جانے والی کوتاہیاں''

جناب ڈاکٹر عبد المقیم صاحب نے یہ ارادہ فرمایا کہ اس مضمون کو مستقلاً رسالہ کی شکل میں شائع کیا جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ اس سے مستفید ہوکر اپنی نمازوں کو ان کوتاہیوں سے پاک کر سکیں۔ انہوں نے اس مضمون کی علیحدہ کتابت کراکر ملاحظہ کے لیے شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی دامت برکاتہم کی خدمت میں پیش کیا حضرت نے مضمون کو ملاحظہ فرمانے کے بعد فرمایا کہ آج کل لوگوں کی استعداد علمی بہت کم ہے اور حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون میں بہت سی علمی اور منطقی اصطلاحات کو استعمال کیا ہے جن کا سمجھنا عام آدمی کے لیے مشکل ہوگا۔ اس پر حاشیہ لکھنے سے بھی مقصد حاصل نہ ہوگا ضرورت اس امر کی ہے کہ عام فہم الفاظ میں ان مشکل مقامات کی تسہیل کر دی جائے۔

حضرت شیخ الحدیث صاحب نے احقر کے سپرد یہ کام کیا۔ میں نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ زیادہ تر الفاظ حکیم الامت ہی کے باقی رکھے جائیں البتہ جہاں بہت مشکل اصطلاحات ذکر کی گئی ہیں ان کو عام فہم الفاظ میں

بیان کر دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور ذخیرۂ آخرت بنائے نیز میرے اور تمام مستفیدین کے لیے اس مضمون کو ان کی نمازوں کے صحیح کرنے کا ذریعہ بنائے آمین

خلیل احمد تھانوی

۱۰/شوال ۱۴۳۲ھ

حاضر یہ شرمسار ہے سر اپنا خم کیے
اور آنکھ اپنی اشکِ ندامت سے نم کیے

ناشکریوں پہ اپنی گڑا جا رہا ہوں میں
اتنے کرم کیے ہیں کہ گویا ستم کیے

خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

نماز کے متعلق کوتاہیاں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّانَبِیَّ بَعْدَہٗ

ایمان کے بعد اعمال میں جو درجہ نماز کو حاصل ہے وہ کسی اور عمل کا نہیں لہٰذا نماز کا مسلمانوں کو خاص اہتمام ہونا چاہیے تھا کہ اس کی ادائیگی میں کسی قسم کا نقص اور کوتاہی نہ رہے۔ لیکن ہماری کم ہمتی اور غفلت نے اس کو بھی کوتاہیوں سے خالی نہ چھوڑا۔ جن میں سے بعض کا بیان اس موقع پر کیا جاتا ہے۔

ایک اہم بات جو قابلِ توجّہ ہے وہ یہ ہے کہ نماز میں کوتاہی کا گناہ اور اس کی سزا دوسرے اعمال کے مقابلے میں زیادہ ہے کیونکہ نماز فرض ہے اور دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے اس میں کوتاہی کرنا گویا دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کرنا اور اس کو ناراض کرنا ہے۔ بخلاف دوسرے اعمال کے کہ بعض فرض نہیں اور اگر فرض ہیں بھی تو روزانہ فرض نہیں جیسے روزہ اور زکوٰۃ کہ سال بھر میں ایک ہی دفع فرض ہوتے ہیں اور حج تو عمر بھر میں ایک ہی دفعہ فرض ہے۔ پھر زکوٰۃ و حج تو ہر ایک پر فرض بھی نہیں۔ چنانچہ نماز اور دوسرے اعمال میں یہ فرق تو واضح ہے۔ اس لیے نماز کو زیادہ اہتمام سے ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ بطور نمونہ کے نماز میں کی جانے والی بعض ان کوتاہیوں کا ذکر کرتا ہوں جن کا ارتکاب لوگ کثرت سے کرتے ہیں۔

تاکہ ان پر متنبہ ہو کر ان کی اصلاح کریں اور اپنی نمازوں کو درست کریں۔

نماز نہ پڑھنے والوں کی کوتاہیاں

۱؎ ایک کوتاہی جس کے کوتاہی ہونے میں کوئی شبہ نہیں یہ ہے کہ:
بعض لوگ سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے اور نماز نہ پڑھنے کے کچھ عذر پیش کرتے ہیں انکے ان عذروں کا جواب پیش ہے۔

نماز نہ پڑھنا گناہ ہے یہ تو سب کو معلوم ہے اور اس میں کسی کو کلام نہیں اس لیے اس کو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔

لیکن ان کا یہ عذر کہ ہمیں مصروفیت کی وجہ سے نماز پڑھنے کی فرصت نہیں ملتی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صرف بہانے بازی ہے فرصت نہ ملنا ترک نماز کا سبب نہیں ہے بلکہ اصل سبب بے پروائی اور نماز کی اہمیّت کا دل میں نہ ہونا ہے۔ کیونکہ اگر فرصت نہ ہونے کا سبب ہوتا تو جب فرصت ہوتی ہے اس وقت کیوں نہیں پڑھتے ۔ معلوم ہوا ترک نماز کا اصل سبب لا پرواہی ہے۔

۲؎ : دوسرے اگر یہی (عدم فرصت) ترک نماز کا سبب تھا تو اگر وقت پر فرصت نہیں ملی تو قضاء پڑھ لیتے کہ اس کے لیے تو کوئی وقت کی قید نہیں ہے جیسے جو لوگ نماز کے پابند ہیں ان کی عادت ہے کہ اگر کسی دن نماز کا وقت جاتا رہا تو اہتمام کر کے فوراً اس کی قضاء پڑھتے ہیں۔

۳؎ : تیسرے اگر بے پرواہی ترک نماز کا سبب نہ ہوتا تو اپنی اس کوتاہی یعنی نماز کے قضاء ہونے کا افسوس ہوتا جیسے دنیاوی فوائد کے فوت ہونے کا مدتوں رنج و افسوس ہوتا ہے۔ اور اپنے اس نقصان کی تلافی کی فکر

ہوتی اور علماء سے اس کی تدبیریں پوچھتے۔ کیا ان بے نمازیوں کو کسی نے اس فکر اور کوشش میں دیکھا ہے کہ اپنے اس نقصان کا ازالہ کیسے کریں؟

ہرگز نہیں۔ ان قرآئن سے معلوم ہوگیا کہ ترکِ نماز کا اصل سبب کم فرصتی نہیں بلکہ کم ہمتی اور غفلت ہے اور اس کے علاج کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔

نمازوں میں بے پرواہی سے بچنے کا طریقہ

ایک یہ کہ نماز نہ پڑھنے والے کے بارے میں قرآن و حدیث میں جو وعیدیں آئی ہیں ان میں غور کیا کریں۔ مثلاً حضور ﷺ نے ایسے شخص کو کافر کہا ہے خواہ تاویل ہی سے فرمایا ہے۔

اور ایسے شخص (یعنی نماز نہ پڑھنے والے) کا دوزخ میں جانا پھر فرعون وہامان اور قارون کے ساتھ جانا ارشاد فرمایا ہے۔

آخرت میں سب سے پہلے پوچھ نماز ہی کی ہوگی۔

روزِ محشر کہ جاں گُداز بود   اولیں پُرسشِ از نماز بود

جب ان سب وعیدوں اور سزاؤں کو سوچے گا تو ان شاء اللہ بے پرواہی جاتی رہے گی اور نماز کا عادی ہوجائے گا۔

دوسری ترکیب یہ ہے کہ اپنے نفس پر جبر کر کے نماز پڑھے اس لیے کہ بغیر ہمت کے کیا ہی آسان کام ہو مشکل ہوجاتا ہے۔

نفس پر جبر کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ کسی شخص کو اپنے اوپر مسلّط کر دے کہ جب نماز کا وقت ہو وہ زبردستی کھینچ کر اس کو نماز پڑھوا دیا کرے۔

دوسری ترکیب یہ ہے کہ نماز کے ترک ہونے پر کچھ جرمانہ اپنے اوپر

مقرر کرلے جس کی مقدار نہ اتنی تھوڑی ہو کہ اس کے ادا کرنے میں نفس کو کوئی پریشانی نہ ہو اور نہ اتنی زیادہ ہو کہ ادا کرنا ہی مشکل ہو جائے۔

جب نماز قضاء ہو وہ جرمانہ مساکین کو دے دیا کرے۔ اور اپنے اوپر جرمانہ مقرر کرنے کی یہ صورت سُنت کے موافق ہے، حدیث کی کتاب نسائی شریف میں روایت ہے کہ ترکِ جمعہ، اور حالتِ حیض میں جماع ہو جانے کی صورت میں صدقہ کرنے کا حکم ہے۔

دوسروں سے جرمانہ نہ لینا بوجہ حدیث ''الا لا یحل مال امری الا بطیب نفس منه'' (خبردار کسی کا بھی مال حلال نہیں مگر اس کی خوش دلی سے) علماء کے نزدیک منسوخ ہے۔

یا اپنے ذمہ کوئی بدنی جرمانہ مقرر کرلے اس کی بھی دو صورتیں ہیں:

ایک صورت یہ ہے کہ اس پر عبادت کی مشقت ڈالے یعنی جب نماز فوت ہو فوراً اس کی قضاء پڑھے اور بیس رکعت نفلی (بطور جرمانہ) پڑھے۔ ایسا کرنے سے ان شاء اللہ نفس دو تین مرتبہ میں ہی درست ہو جائے گا اور ترک نماز کی عادت چھوٹ جائے گی۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نفس پر بھوک کی مشقت ڈالے۔ مثلاً ایک نماز قضاء ہو تو ایک وقت کا کھانا نہ کھائے اگر دو نمازیں قضاء ہوں تو دو وقت کا کھانا نہ کھائے۔ چونکہ نفس پر یہ بہت گراں ہو گا وہ بہت جلد اس سے صلح کرلے گا۔ اور ترک نماز کی عادت چھوڑ دے گا۔

قضائے تہجد پر بعض بزرگوں کا خود کو سزا دینا

قضائے تہجد پر بعض بزرگوں کا خود کو سزا دینا

بعض بزرگوں نے یہ معمول کر رکھا تھا کہ جس روز ان کی نمازِ تہجد قضاء ہوتی تو اپنے جسم کو لکڑی سے مارتے تھے اور مار مار کر کئی لکڑیاں جسم پر توڑ ڈالتے اور اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے کہ اگر تو پھر ایسا کرے گا یعنی تہجد قضاء کردے گا میں بھی پھر ایسا ہی کرونگا یعنی اپنے جسم کو سزا دونگا۔

اس قسم کی سزا کا ماخذ شریعت کا وہ حکم ہوسکتا ہے جس میں بعض گناہوں کے ارتکاب پر بطور کفّارہ کے روزہ مقرر کیا گیا ہے۔ یا فقہاء نے ترکِ نماز پر تعذیر (سزا) دینے کا حکم دیا ہے۔

سفر و بیماری میں ترک نماز کا عذر

بعض لوگ صحت و فرصت اور وطن میں رہتے ہوئے تو نماز کے پابند ہوتے ہیں لیکن بیماری، مصروفیت اور سفر وغیرہ میں پابند نہیں رہتے اس کا سبب بھی سوائے ضعفِ ہمت اور بے فکری کے کچھ نہیں ہے۔

اگر آدمی کسی کام کا ارادہ کرے اور اس کی فکر لاحق ہو تو اس کے کرنے کی کوئی نہ کوئی صورت نکال ہی لیتا ہے۔

غور کرنے کی بات ہے اگر ان حالات میں پیشاب یا پاخانے کا شدید تقاضا ہو جائے تو کیا اس کی وجہ سے سفر کو مؤخر یا منقطع نہیں کرے گا اور کیا بیماری اور ضعف کی حالت میں پیشاب کرنے کی سبیل نہیں کرے گا۔

پس دونوں میں فرق یہی ہے کہ اس کو ضروری سمجھتا ہے اس کے لیے کوئی راستہ تلاش کر لیتا ہے اور نماز کو ضروری نہیں سمجھتا یا اس کی طرف سے بے فکری ہے۔ اس لیے اس کے ادا کرنے کا اہتمام نہیں کرتا۔ اور ان

احوال کو نماز کے لیے رکاوٹ سمجھتا ہے اس سے زیادہ افسوسناک بات کیا ہوگی کہ پیشاب پاخانے کے لئے تو ان موانع کی موجودگی میں بھی وقت نکل آتا ہے اور نماز کی ضرورت سے وقت نہیں نکلتا۔ جبکہ سفر اور مرض میں تو نماز میں رعایت بھی بہت دی گئی ہے۔ مثلاً

۱ پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم جائز ہے۔
۲ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے۔
۳ ارکان پر قدرت نہ ہو تو اشارہ جائز ہے۔
۴ قبلہ معلوم نہ ہو تو تحری جائز ہے۔

جن کے احکام کی تفصیل کتب فقہ میں مذکور ہے۔

یہاں سے ریل میں سوار ہو کر نماز چھوڑنے والوں کے عذر کا اور گھر کے کام کاج میں مشغولی کے عذر سے نماز ترک کرنے والوں کے عذر کا بے کار ہونا معلوم ہوگیا۔ خاص طور پر بیماری میں نماز چھوڑنا اور بھی زیادہ قابلِ افسوس ہے کیونکہ ہر بیماری پیغام موت ہے اگرچہ اس سے صحت ہی ہو جائے اس لیے کہ اس بات کا امکان تو ہے کہ اس بیماری میں موت واقع ہو جائے تو ایسی حالت میں تو رجوع الی اللہ کا اور نماز کا بہت زیادہ اہتمام ہونا چاہئے کہ اگر مرے تو خاتمہ بالخیر ہو۔ ایسی حالت میں نماز سے غافل ہونا اور نماز ترک کرنا سخت تعجب کا باعث ہے۔

بعضے بیمار اس لیے نماز ترک کرتے ہیں کہ ان کا جسم اور کپڑے پاک نہیں ہوتے چاہے وہ بیماری چند روزہ ہو یا طویل۔ مثلاً یہ کہ پیشاب کے قطرے مسلسل ٹپکتے ہوں، وغیرہ۔ مگر یہ بھی عجیب ہے اس لیے کہ یا تو وہ ان

کو پاک کرنے پر بِلا ضرر قادر ہیں یا قادر نہیں۔ اگر قادر ہیں تو عذر کیا؟ اور اگر قادر نہیں تو وہ معذور ہیں اور ان کو اسی حالت میں نماز کا حکم ہے اور وہ نماز ان کی صحیح اور کامل ہے اور پھر ان کو اپنی رائے اور طبیعت سے اس کو ناجائز یا بے کار اور ناقص سمجھنے کا کیا مطلب ہے۔

(البتہ یہ بات کہ ان پر معذور کے احکام کب جاری ہوں گے اپنی حالت کسی عالم کو بیان کر کے اس سے احکام معلوم کریں خود سے فیصلہ نہ کریں ۱۲ خ)

عورتوں کی بے پرواہی

ایک حالت خاص طور پر عورتوں کو ہمیشہ پیش آتی ہے جس کے احکام نہ جاننے کی وجہ سے یا جان کر بے پرواہی کرنے کی وجہ سے بڑی بڑی پابند نماز اور دیندار عورتوں کی نماز خراب ہوتی ہے اور وہ حالت عورتوں کے حیض کے اختتام کا وقت ہے۔

حکم یہ ہے کہ اگر حیض ایسے وقت ختم ہو کہ نماز کا وقت ختم ہونے میں صرف اتنا وقت باقی ہے کہ اگر بغیر صابن ملے اور بالوں کو شیمپو کئے بغیر صرف جسم پر پانی بہا کر غسل کے فرائض پورے کر کے اگر غسل کرے تو کپڑے پہن کر صرف ایک مرتبہ ''اَللّٰہُ اَکْبَرْ'' کہہ سکتی ہے تو اس وقت کی نماز اس کے ذمہ فرض ہو جائے گی گو وقت کی تنگی کی وجہ سے پوری نماز پڑھنے کی گنجائش نہیں ہے اس فرض ہونے کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ اس کو یہ نماز دوسرے وقت میں قضاء پڑھنی پڑے گی۔ اور حیض کے ختم ہونے کے بعد

جن نمازوں کا پورا وقت ملا ہے ان کو تو غسل کر کے فوراً ادا پڑھنا فرض ہے۔

اب عموماً عورتوں میں یہ بے پرواہی دیکھی جاتی ہے کہ اس بات کا خیال نہیں رکھتیں کہ حیض کا خون آنا کس وقت بند ہوا ہے ممکن ہے وہ کسی نماز کے اتنا اخیر وقت میں بند ہوا ہو جس میں غسل ضروری اور تکبیر تحریمہ کی گنجائش ہو۔ اس لیے وہ نماز ان کے ذمہ فرض ہو گئی ہو لہٰذا ان کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہر نماز کے آخیر وقت میں ضرور پاکی ناپاکی کو دیکھ لیا کریں تاکہ معلوم ہو سکے کہ فلاں وقت کی نماز بھی ہمارے ذمہ فرض ہو گئی اور اس کے قضاء پڑھنے کا اہتمام کریں۔

دوسرے بعض عورتیں حیض کے خون کے بند ہو جانے کے علم کے باوجود کئی کئی وقت غسل میں دیر کر کے ٹال دیتی ہیں اور کئی نمازیں ان کے ذمہ فرض ہو جاتی ہیں پھر غضب یہ ہے کہ ادا نہ کرنے کا گناہ تو اپنے سر لیا ہی تھا ان نمازوں کی قضاء بھی نہیں پڑھتیں۔ اس طرح ان کے ذمہ ہر مہینہ کئی کئی نمازوں کی قضاء لازم ہوتی جاتی ہے جن کا مجموعہ عمر بھر میں ایک بڑی مقدار تک پہنچ جاتا ہے۔ اگر ہر مہینہ صرف تین ہی تین نمازیں جمع ہوتی جائیں تو ایک سال میں چھتیس اور تیس سال میں ایک ہزار سے زیادہ نمازیں ان کے ذمہ لازم رہ جاتی ہیں پھر نہ زندگی میں ان کی قضاء کی جاتی ہے نہ مرنے سے پہلے ان کے فدیہ کی وصیت (ایک نماز کا فدیہ پونے دو سیر گندم، احتیاطاً دو سیر گندم ہے) آخر انہوں نے قیامت کے لئے کیا جواب تیار کر رکھا ہے؟ اور پھر اس پر یہ گمان کہ ہم نماز کے پابند ہیں جب قیامت میں یہ غلطی خلافِ توقع ظاہر ہوگی اس وقت کیا حال ہو گا۔

بے پرواہی کا علاج

ان سب کا علاج بھی وہی دو کام ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔

۱ ترک نماز سے متعلق وعیدوں میں غور کرنا۔

۲ نفس پر جبر کرنا، اور جو غلطی احکام نہ جاننے سے ہے اس کے لیے احکام کا سیکھنا اور پوچھنا۔

عورتوں کو چونکہ علماء سے مسائل معلوم کرنے کا موقع کم ملتا ہے اس لیے ان کے مردوں پر یہ واجب ہے کہ اپنے متعلقین کو احکام بتلاتے رہیں اور جو معلوم نہ ہوں علماء سے تحقیق کر کے بتائیں۔

اور عورتوں پر واجب ہے کہ جو صورت پیش آئے گھر کے مردوں سے فرمائش کریں کہ وہ علماء سے پوچھ کر ان کو بتلادیں۔ اور اگر گھر کے مرد غفلت کریں تو دوسرے شخص کے واسطے سے بذریعہ اس کی بیوی کے علماء سے تحقیق کریں اور اگر کوئی توجہ نہ کرے تو خود علماء کے گھر جا کر ان کی محارم یا بیویوں کے ذریعہ سے دریافت کریں ورنہ گناہگار ہوں گی۔

اور ضروری مسائل معلوم کرنے کے لیے جب ان علماء کے گھر جانے کی ضرورت پیش آئے اور شوہر جانے سے منع کرے تو اس کی اطاعت واجب نہیں بلکہ جائز بھی نہیں۔

اور اگر لکھنا آتا ہے تو جانے کی ضرورت نہیں بذریعہ خط کے دریافت کرتی رہیں۔ اور یہ سب اجازت جب ہے کہ کوئی مردِ خاندان کا ان کے کہنے سے علماء سے پوچھ کر ان کو نہ بتلادے ورنہ کسی کو خط لکھنا یا کہیں جانا اپنے

شوہر کی مرضی کے خلاف جائز نہیں ہے۔

اکثر حالات میں عورتوں کے پابندِ نماز نہ ہونے کا ایک اور سبب بھی ہے، وہ یہ ہے کہ ایسی طبیعتیں کم ہیں کہ جو صرف خدا کے خوف سے نماز کی بجاآوری کا اہتمام کرتی ہوں۔ زیادہ تر نماز کا اہتمام نہ ہونے کا سبب ترکِ عادت ہے چونکہ عورتوں کو ہر مہینہ میں بوجہ ایّامِ خاص کے کئی کئی روز تک نماز پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوتا اس کا اثر پاک ہو جانے کے بعد بھی رہتا ہے کہ نماز میں سستی ہو جاتی ہے گو اس کا اصلی علاج تو یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کیا جائے۔ مگر سبب ظاہری کے درجہ میں ایک دوسرا علاج بھی کافی ہے جس کو فقہاء نے ذکر فرمایا ہے کہ عورت کے لیے حالت حیض میں بھی بہتر یہ ہے کہ نمازوں کے اوقات میں وضو کر کے مصلیٰ پر جا بیٹھے اور تھوڑی دیر کلمہ و تسبیح وغیرہ پڑھتی رہے (حالتِ حیض میں کلمہ اور تسبیح وغیرہ پڑھنا جائز ہے) اس سے وہ نماز پڑھنے کی عادت محفوظ رہتی ہے اور جو سستی ترکِ عادت کی وجہ سے ہوتی وہ نہیں ہوگی۔

بے نمازیوں کا بہانہ

بعض لوگ نماز نہ پڑھنے کا عذر شرعی اس انداز میں پیش کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ نماز بغیر حضورِ قلب کے ہوتی ہی نہیں اور حضورِ قلب ہم سے ہو نہیں سکتا اس لیے نماز ہی چھوڑ دی۔

لیکن ان کا یہ استدلال درست نہیں کیونکہ جس حضورِ قلب پر نماز کی صحت یا کمال موقوف ہے وہ الگ ہے اور جو حضورِ قلب ہمارے اختیار میں نہیں ہے اس کی حقیقت ضرور ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضورِ قلب کے

مراتب مختلف ہیں۔

ایک مرتبہ نماز میں حضورِ قلب کا وہ ہے جس کو فقہاء نیّت کہتے ہیں بغیر نیّت کے تو نماز درست ہی نہیں ہوتی ۔ لہٰذا وہ تو ضروری ہے اور وہ ہمارے اختیار سے باہر نہیں۔

دوسرا مرتبہ نماز میں حضور قلب کا وہ ہے جس کو خشوع کہتے ہیں جس کی حقیقت ان شاء اللہ عنقریب ذکر کر دی جائے گی اس پر کمالِ نماز موقوف ہے کہ اس کے بغیر نماز ہو تو جاتی ہے مگر کامل نہیں ہوتی ۔

تیسرا مرتبہ نماز میں حضورِ قلب کا یہ ہے کہ دورانِ نماز کسی قسم کا وسوسہ بھی نہ آئے ، یہ ایک قسم کا استغراق اور حال ہے جس کے نہ ہونے سے نہ نماز کی صحت میں فرق پڑتا ہے ، نہ کمال نماز میں کوئی کمی واقع ہوتی ہے ، البتہ فی نفسہٖ یہ ایک اچھی حالت ہے گو مقصود نہیں۔

نماز میں حضورِ قلب کا پہلا اور دوسرا مرتبہ اختیاری ہے جو انسان کی قدرت میں بھی ہے اور شرعاً نماز میں ایسے حضورِ قلب کا حکم بھی دیا گیا ہے۔

تیسرا مرتبہ یعنی نماز میں استغراق ہونا غیر اختیاری اور انسانی قدرت سے اگرچہ خارج ہے لیکن شرعاً یہ نہ مطلوب ہے نہ ہی اس کے حصول کا حکم دیا گیا ہے۔

عقلی استدلال

لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْب (بغیر حضورِ قلب نماز نہیں ہوتی) سے جو ان تارکینِ نماز نے یہ استدلال کیا کہ چونکہ حضورِ قلب ممکن نہیں اس لیے ہم نماز نہیں پڑھتے اس کا جواب یہ ہے کہ جب حضور قلب کے تین

درجے ہیں جیسے ابھی معلوم ہوا، تو اگر اس حدیث میں پہلا اور دوسرا درجہ مراد ہے تو اس کو یہ کہنا کہ ہم اس پر قادر نہیں غلط ہے جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ ہم اس پر قادر ہیں۔ اور اگر تیسرا درجہ اس حدیث میں مراد ہو جس کو استغراق سے تعبیر کیا گیا ہے تو وہ شرعاً مطلوب نہیں اور شریعت میں جس چیز کا حکم نہ دیا گیا ہو اس کو شریعت کا حکم کہنا غلط ہے۔ کیونکہ کسی بات کا نماز کے صحیح ہونے اور کمالِ نماز میں دخیل ہونا اس بات کو مستلزم ہو گا کہ شریعت میں اس کا حکم دیا گیا ہو۔ اور نماز میں استغراقی کیفیت کا شریعت نے حکم نہیں دیا اس لیے ان کا یہ استدلال غلط ہے، نیز ان کے اس استدلال سے نصِّ قطعی لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اللہ کسی کو اس کی گنجائش سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا) کی تکذیب لازم آتی ہے۔ کیونکہ حضور قلب کا جو مرتبہ ایسا ہو کہ جس کے بغیر نماز نہیں ہوتی خواہ درست نہ ہوتی ہو یا کامل نہ ہوتی ہو شریعت میں اس کے حاصل کرنے کا حکم ہو گا اور اس کا انسان کی قدرت میں ہونا مذکورہ نصِّ قرآنی کی وجہ سے لازم ہے پھر یہ کہنا کہ حضورِ قلب ہماری قدرت میں نہیں اس نص کی تکذیب ہے، پس معلوم ہوا کہ حضورِ قلب سے مراد پہلا اور دوسرا مرتبہ ہے تیسرا نہیں اور یہ دونوں مرتبے ہمارے اختیار میں ہیں۔

عقل کے پُتلوں سے سوال اور جہل کا علاج

پھر ان اہلِ عقل سے کوئی پوچھے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ نماز میں جتنے فرائض ہیں اگر ان کی ادائیگی پر کوئی شخص قادر نہ ہو تو شریعت اس کا کوئی بدل اس کے قائم مقام کر دیتی ہے، مثلاً جو آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو تو شریعت کہتی ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔ رکوع سجدہ نہ کر سکتا ہو تو اس کا

اشارہ کرلے وغیرہ۔

پس اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ نماز میں حضورِ قلب کا ضروری مرتبہ انسانی قدرت سے خارج ہے تو لازمی ہے کہ شریعت میں اس کا کوئی بدل ہوگا اور اس بدل کے ساتھ نماز پڑھنا ضروری ہوگا۔ ترکِ نماز کی پھر بھی گنجائش نہیں نکلتی۔

یہ تو اس صورت میں ہے جبکہ بلا حضورِ قلب نماز پڑھنے سے نماز کے ایک تابع کا فوت ہونا لازم آتا ہے۔ اور نماز نہ پڑھنے میں خود نماز ہی کا فوت ہونا لازم آتا ہے۔ پس تابع کا فوت ہونا بڑی بات ہے یا متبوع کا یعنی اصل نماز کا ؟ پھر تابع یعنی حضورِ قلب کا وجود بغیر متبوع یعنی نماز کے پایا نہیں جاتا اور متبوع کو فوت کر دیا تو لامحالہ تابع بھی فوت ہو جائے گا پس نماز پڑھنے میں تو صرف حضورِ قلب ہی فوت ہُوا اور نماز نہ پڑھنے میں حضورِ قلب بھی گیا اور نماز بھی اور یہ شدید گناہ ہے خوب سمجھ لو۔

چونکہ ان کی اس غلط فہمی کا سبب جہالت ہے اور ہماری اس تقریر میں اس جہالت کا علاج ہے۔

اہلِ فلسفہ کا دعویٰ اور اس کا رد

بعض لوگوں کے نماز نہ پڑھنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ باوجود دعویٰ اسلام کے نماز کو فرض نہیں سمجھتے پھر ان میں دو قسم کے لوگ ہیں، ایک فلسفی دوسرے صوفی ، فلسفیوں کی دلیل یہ ہے کہ نماز سے مقصود تہذیبِ اخلاق ہے۔ جس زمانے میں نماز فرض کی گئی اس زمانے میں لوگوں کے اخلاق بہت خراب تھے ان میں تکبّر اور ظلم وغیرہ کی صفاتِ ذمیمہ بہت زیادہ تھیں

ان کی اصلاح کے لیے نماز فرض کی گئی کیونکہ نماز کی ہیئت اور اس کی وضع اس قسم کی ہے جس سے تواضع اور طبعیت میں نرمی پیدا ہوتی ہے اس لیے ان کے تکبر کی اصلاح کے لیے ان پر نماز فرض کی گئی تھی۔ ہم چونکہ مہذب ہیں اس لیے ہم کو نماز کی ضرورت نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ تمہاری یہ ساری تقریر اس بات پر مبنی ہے کہ احکام شرعیہ کو مقصود بالذّات نہ کہا جائے بلکہ مقصود بالغیر کہا جائے اور پھر وہ غیر بھی وہی باتیں ہوں جن کا تم دعویٰ کرتے ہو یعنی تہذیبِ اخلاق پس اس میں دو دعوے تمہاری طرف سے ہوئے، ایک یہ کہ نماز اپنی ذات سے مقصود نہیں دوسرے یہ کہ نماز سے مقصود تہذیبِ اخلاق ہے۔ ان دونوں باتوں کا ثابت کرنا تمہارے ذمہ ہے اور تم اس کو قیامت تک بھی ثابت نہیں کر سکتے۔ خوب سمجھ لینا چاہیے کہ نماز روزہ عبادات اپنی ذات میں مقصود ہیں جس ہیئت سے جو عبادت مشروع ہوئی ہے اس سے اداء کرنا لازم ہے، اس قسم کے بے سروپا شبہات سے یہ قطع و یقین زائل نہیں ہو سکتا۔ غرض عقلی اور نقلی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ نماز کے بارے میں اس قسم کا اعتقاد رکھنا زندقہ اور الحاد ہے ایسا شخص ہرگز مسلمان نہیں اس کو نماز کے ساتھ اپنے ایمان کی تجدید کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ جواب تو اس وقت ہے جب ہم یہ تسلیم کرلیں کہ یہ فلسفی اپنی تہذیب نفس کر چکے ہیں اور ان میں کوئی بُرے اخلاق نہیں پائے جاتے۔

حالانکہ ہمیں تو اسی میں کلام ہے اس لیے کہ یہ اخلاقِ ذمیمہ، ترفع و تجبر، تعلی و تکبر، ظلم و نخوت و قساوت و غفلت وغیرہ جتنے ان مدعیانِ فلسفہ

میں پائے جاتے ہیں اس زمانے کے لوگوں میں جب نماز فرض ہوئی اس کا دسواں حصہ بھی نہیں تھے۔ اگر بالفرض نماز اسی لیے مقرر کی گئی تھی کہ اس سے برُے اخلاق کی اصلاح ہو جائے تب بھی یہ لوگ بنسبت اس زمانے والوں کے نماز کے زیادہ محتاج ہیں۔ اس مرض کا سبب جہالت ہے اور اس کا علاج ہماری اس تقریر میں غور و فکر کرنا ہے اور اگر یہ کافی نہ ہو تو محققین علماء سے اپنے شبہات کو دُور کر لینا چاہیے۔

اہل تصوّف کی دلیل اور اس کا جواب

جن لوگوں نے ظاہری تصوّف کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ اصل مقصود قربِ الٰہی ہے، نماز اور دیگر عبادات بھی اس کا واسطہ ہیں اور واسطہ بھی بالصورت نہیں بلکہ بالحقیقت اور وہ حقیقت ذکر ہے۔ پس اگر کوئی آدمی ہمیشہ ذکر الٰہی کرتا رہے اس کو نماز کی ضرورت نہیں۔ اگر پڑھتا بھی رہے تو اس پر نماز فرض نہیں رہی فرائض اس کے حق میں نوافل ہو گئے۔

اس کے جواب میں بھی وہی تقریر جو فلسفہ کے مقابلے میں لکھی گئی کافی ہے۔ اور اس پر بھی وہی فتویٰ اور وہی علاج عرض کیا جائے گا۔ ان دونوں طبقات کے جواب میں اس مثال کو پیش کرنا مفید اور شبہ کو دُور کرنے والا ہو گا کہ جیسے طبِ یونانی میں بعض دوائیں فاعل بالکیفیت ہونے کے ساتھ فاعل بالخاصیۃ بھی ہوتی ہیں۔ اور اس بات کی تعیین کہ کونسی دواء فاعل بالکیفیّت ہے اور کونسی فاعل بالخاصیت اطباءِ ماہرین ہی کر سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر ان سب عبادات کو اپنی خاص صورت و ہیئت کے اعتبار سے خاص

ثمرات کے حصول کا باعث سمجھا جائے۔ تو کیا حرج ہے مثلاً نماز کو اپنی مخصوص ہیئت پر ادا کرنے سے ایسے اخلاق پیدا ہوں جو اللہ کی رضامندی و خوشنودی کا باعث اور نجات و قربِ الٰہی کا سبب ہوں اور نماز کو اس میں فاعل اور مؤثر سمجھا جائے تو اس کی نفی کی کیا دلیل ہے۔

اور اس بات کی دلیل کہ یہ عبادات اپنی ہیئت مخصوصہ کے ساتھ ہی مطلوب ہیں اور ان ہی پر ثمرات مرتب ہوتے ہیں یہ ہے کہ کہیں بھی قرآن و حدیث میں ان عبادات کو فاعل بواسطہ ہونا نہیں بتایا گیا۔

اور اگر کہیں بعض طاعات کی حکمت بیان بھی کی گئی ہے تو زیادہ سے زیادہ اس حکمت کا ان احکام پر مرتب ہونا ثابت ہوتا ہے نہ یہ کہ احکام ان حکمتوں پر مرتب ہوں۔ اور دعویٰ موقوف ہے، ثبوت امر ثانی پر۔

یہ سب صورتیں تھیں ایک کوتاہی یعنی نماز نہ پڑھنے کی۔

بعض مشائخ میں تاخیرِ صلوٰۃ کی عادت اور اس کا علاج

۲ : ایک کوتاہی نماز کے متعلق یہ ہے کہ بعض لوگ حتی الامکان تو نماز فوت نہیں ہونے دیتے مگر وقت کا اہتمام نہیں کرتے، اکثر آخر وقت میں نماز پڑھتے ہیں اور بعض دفعہ قضاء بھی ہو جاتی ہے اگرچہ ایسا کم ہوتا ہے مگر پھر اس کی قضاء پڑھ لیتے ہیں، پھر بعض حضرات اس تاخیر کرنے میں کسی مجبوری کا بھی اظہار کرتے ہیں اگرچہ اس مجبوری کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ اگر اہتمام اور کوشش کرتے تو اس مجبوری کا کوئی حل نکل آتا اور بعض لوگ تو فضول گپوں میں مشغول ہو کر نماز کو لیٹ کرتے ہیں اور آخر وقت میں پڑھتے ہیں۔ اور بہت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان میں سے بعض لوگ تو بڑے درجے کے مشائخ

میں شمار ہوتے ہیں مگر صرف شیطان کے بہکانے یا نفس کی سستی کی وجہ سے تاخیر کر کے آخر وقت میں نماز پڑھنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ہر دو قسم کے لوگوں کے متعلق مختصرًا کلام کیا جاتا ہے۔

جو لوگ نماز میں تاخیر کرنے کی ظاہرًا کوئی مجبوری بیان کرتے ہیں ان میں سے بعض کو تو کسی درجہ میں بھی مجبوری نہیں جیسے تاجر، مزدور، حاکم، اور کسی پیشے سے تعلق رکھنے والے۔ اور انہی کی طرح کے دوسرے لوگ کہ یہ لوگ بالکل آزاد ہیں تھوڑی دیر کے لیے کام چھوڑ کر نماز پڑھ سکتے ہیں ان کا عذر تو قابل التفات ہی نہیں اس لیے اس کے جواب کی بھی ضرورت نہیں، بعض حضرات کو البتہ کسی درجہ میں مجبوری ہو سکتی ہے جیسے کوئی ملازم جو اپنے افسر کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ پس اس کے متعلق یہ حکم ہے کہ اول تو اوقات نماز میں نماز پڑھنے کی اجازت حاصل کرنے کی کوشش کرے اگر یہ افسر اجازت نہ دے تو اس کے اوپر جو افسر ہو اس سے کہہ سن کر اجازت حاصل کرے۔ اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ اگر صرف فرائض و سنن پڑھنے کے لیے پندرہ بیس منٹ کی اجازت طلب کی جائے تو بآسانی مل جاتی ہے کوئی افسر نماز سے منع نہیں کرتا سوائے شاذ و نادر کے۔

اور اگر کسی کو باوجود کوشش اجازت نہ ملے تو ایسی جگہ نوکری کرنا ہی جائز نہیں اللہ تعالیٰ رزق کا دوسرا سامان فرما دیں گے ایسی نوکری چھوڑ دینی چاہیے۔

البتہ جس شخص کے پاس بظاہر سرِ دست کوئی ذریعہ معاش نہ ہو، نہ تجارت کے لیے پیسے ہوں نہ اس نوکری کے علاوہ دوسری ملتی ہو تو ایسی

حالت میں نوکری چھوڑنے میں جلدی نہ کرے نئی نوکری کی تلاش میں لگا رہے دوسرے لوگوں سے بھی اس میں مدد لے اور جب تک دوسری نوکری نہ ملے تاخیر کر کے نماز پڑھنے پر استغفار کرتا رہے۔ اور اس مصیبت سے خلاصی کی دعاء بھی کرتا رہے۔ اور جیسے ہی کوئی دوسری مناسب جگہ ملے چاہے کچھ کم پیسوں کی ہو اس کو اختیار کر لے جہاں آزادی سے وقت پر نماز پڑھ سکے۔

اور جن کو کوئی بھی مجبوری نہیں صرف بے کار وقت ضائع کرتے ہیں اور وقت پر نماز نہیں پڑھتے انہیں اپنے نفس سے اس طرح محاسبہ کرنا چاہئے کہ جب پانچ وقت نماز پڑھنی ہی پڑے گی تو پھر تاخیر اوقات سے کیا فائدہ ؟ تاخیر سے نماز پڑھنے کا گناہ بلاوجہ اپنے سر رہا۔ اگر نفس یہ تاویل پیش کرے کہ نماز کو تاخیر کر کے پڑھنے سے تفریح کا وقت زیادہ مل جائے گا تو نفس کو اس کا جواب یہ دو کہ اگر دو نمازیں اول وقت میں پڑھی جائیں تب بھی ان کے درمیان اتنا ہی وقت تفریح کا ملے گا جتنا دونوں نمازوں کو تاخیر سے پڑھنے سے حاصل ہوتا، مثلاً اگر کسی نے ظہر چار بجے پڑھی اور عصر سات بجے تو درمیان میں تین گھنٹے ملے پس اگر ظہر دو بجے پڑھے اور عصر پانچ بجے پڑھے تب بھی درمیان میں تین گھنٹے ملے تو جتنا کام درمیان میں تاخیر کی صورت میں کر سکتا اتنا ہی کام نماز کو اپنے وقت پر پڑھنے کی صورت کر سکے گا پھر تاخیر کر کے نماز پڑھنے میں کیا فائدہ سوائے اس نقصان کے کہ نماز کو دیر سے پڑھنے کا گناہ ہُوا۔

شیطانی دھوکہ

بعض مشائخ نماز میں تاخیر کبھی شیطانی دھوکے کی وجہ سے کرتے ہیں اور کبھی نفس کی سُستی کی وجہ سے۔

شیطانی دھوکے کی صورت یہ ہے کہ انہوں اپنی تجویز سے یا اپنے شیخ کے فرمانے سے کسی وِرد یا معمول کا ایک وقت مقرر کیا اور یہ وقت کی قید صرف کسی مصلحت کی وجہ سے تھی اور کوئی فرض واجب نہ تھی لیکن اس عالم نے اس کا اتنا اہتمام کیا کہ اس کی وجہ سے فرائض دینیہ میں بھی کوتاہی کی مثلاً بعض اور معمولات فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان مقرر گئے (مثلاً فاتحہ کا ۴ دفعہ پڑھنا مع بسم اللہ) میں نے بعض متشدّدین کو دیکھا ہے کہ جماعت کھڑی ہوگئی اور وہ اپنے وظیفہ میں مشغول ہیں حتیٰ کہ جماعت فوت کر دی اور بعض اوقات خود نماز کا وقت بھی تنگ ہوگیا۔ مگر وہ اپنے اس معمول میں تغیّر کرنے کو ہرگز جائز نہیں سمجھتے حالانکہ یہ تغیر جائز نہ تھا اور اگر جماعت کے فوت ہونے یا وقت کے نکل جانے کا اندیشہ ہو تو ایسے وقت اپنے اس معمول میں تغیر کرنا واجب تھا۔ مگر ان کو ترکِ واجب کی ذرا پروا نہیں پھر اپنی اس پابندی پر اس قدر خوش ہیں کہ اپنے کو صاحبِ استقامت سمجھتے ہیں اور بطورِ فخر کے کہتے ہیں کہ ہمارا کبھی کوئی معمول اپنے وقت سے قضا نہیں ہوا۔

میں نے ایک شخص کو یہ فخر کرتے سنا ہے کہ صاحب میری فرض نماز تو ناغہ ہوجاتی ہے لیکن پیر صاحب نے جو کچھ بتلایا ہے وہ کبھی ناغہ نہیں ہوتا۔ یہ دین میں غلو اور پیروں کو اپنا خدا بنانے کی بد ترین صورت ہے۔ اس کا سبب

علومِ شرعیہ سے ناواقف ہونا اور اعمال کی حدود کا علم نہ ہونا ہے یہ تھی شیطانی دھوکے کی ایک صورت۔

تسویل نفسانی (نفسانی دھوکہ)

نفس اس طرح دھوکہ میں مبتلاء کرتا ہے کہ اگر نماز تاخیر سے پڑھیں گے تو بہت لوگ جماعت میں شریک ہو جائیں گے گویا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم مخلوق خدا پر شفقت کی وجہ سے نماز تاخیر سے پڑھتے ہیں تاکہ سب جماعت میں شریک ہوں اور کوئی محروم نہ رہے اس کا نام تسویل اس لیے رکھا گیا کہ صورۃً یہ خیال بہت اچھا ہے اور نفسانی اس لیے رکھا گیا کہ سبب اس کا ایک صفت ہے نفسانی صفات میں سے، اور وہ شفقت ہے۔ اور اپنی ذات کے اعتبار سے شفقت ایک اچھی صفت اور اس کی وجہ سے جو خیال پیدا ہوا کہ وہ خیر خواہی ہے آنے والے نمازیوں کی کہ کوئی جماعت سے محروم نہ رہے یہ بھی ایک نیک بات ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھی جائے کہ ہر صفت محمود (اچھی صفت) اس وقت تک اچھی سمجھی جائے گی جب تک کہ اس کی وجہ سے کوئی ناپسندیدہ امر لازم نہ آئے اور یہاں یہ شفقت سبب بن گئی ہے نماز کو آخر وقت میں ادا کرنے کا اور نماز کو اتنا مؤخر کرنا کہ وقت تنگ ہو جائے یہ گناہ ہے لہٰذا جو اس کا سبب بنے وہ بھی گناہ ہے۔

ایسے حضرات کے لیے ان سب نمازوں میں سب سے زیادہ قابل توجہ جمعہ کی نماز ہے۔ اس لیے کہ اگر کسی اور نماز میں تاخیر اتنی ہو گئی کہ وقت ہی نکل گیا تو وہ نماز قضاء تو شمار کی جا سکتی ہے اگرچہ بعض فقہاء کے نزدیک ہی سہی اور جمعہ کا وقت اگر نکل گیا تو اس کی قضاء ظہر سے ہو سکتی تھی نہ کہ جمعہ

سے پس جب جمعہ پڑھا ایسے تنگ وقت میں کہ وقت ہی نکل گیا تو وہ نہ ادا ہوا کہ جمعہ کا وقت نہیں تھا اور نہ قضاء ہوا کہ جمعہ کی قضاء میں ظہر پڑھی جاتی ہے جمعہ نہیں پس یہ نماز ان سب کے ذمہ لازم رہی۔

رہ گئی یہ مصلحت کہ کوئی جماعت میں شرکت سے رہ نہ جائے تو جب اس میں اتنے بڑے فساد کا اندیشہ ہے کہ نماز ہی ذمہ میں واجب رہ جائے تو اس مصلحت کی رعایت نہ کی جائے گی۔

پھر وہ مصلحت اجتماع تاخیر کے ساتھ کچھ خاص نہیں ہے اس لیے کہ تجربہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جیسی عادت ڈالی جائے تو لوگوں کو ویسی عادت پڑجاتی ہے جہاں جلدی نماز ہوتی ہے سب کو خیال رہتا ہے کہ جلدی چلو کہیں نماز نکل نہ جائے چنانچہ سب فوراً جمع ہو جاتے ہیں اور کوئی بھی پیچھے نہیں رہتا اور جو رہنے والے ہیں مشاہدہ سے دیکھا جاتا ہے کہ وہ تاخیر سے جماعت ہونے کی صورت میں بھی جماعت سے وہ رہ جاتے ہیں کیونکہ ان کو یہ بے فکری ہوتی ہے کہ وہاں تو نماز دیر سے ہی ہوگی ابھی کیا جلدی ہے چلے جائیں گے بس اسی میں جماعت سے رہ جاتے ہیں۔ پس جس غرض سے جماعت میں تاخیر کی تھی وہ غرض بھی حاصل نہ ہوئی اور اگر حاصل ہوتی بھی تو بھی لاحاصل تھی جیسے اوپر ذکر کیا گیا۔

بہرحال وقت کو اس قدر مؤخر کرنا نماز کو بالکل تباہ کرنا ہے چنانچہ احادیث میں اس پر سخت وعید آئی ہے اور ایسی نماز کو منافقوں کی نماز فرمایا ہے۔

علماء میں بھی تاخیرِ صلوٰۃ

کبھی کبھی اہلِ علم میں سے بھی بعض حضرات اس میں مبتلاء ہوجاتے ہیں جن کے اکثر مواقع یہ ہیں کہ مدرس کو کوئی کتاب ختم کرانی ہے یا سبق کسی خاص مقام تک پڑھانا ہے یا ممتحن کو کسی جماعت کا امتحان لے کر اس کو فارغ کرنا ہے تو ان مقاصد کو ترجیح دے کر نماز کو اپنے وقت پر نہیں پڑھا جاتا بلکہ اس میں تاخیر کر دی جاتی ہے حتّٰی کہ وقت تنگ ہوجاتا ہے۔

علماء سے اس قسم کی تاخیر کا واقع ہونا مشائخ کی نسبت اور بھی زیادہ باعثِ تعجب ہے کیونکہ اصل میں علماء ہی مقتدائے دین ہیں جب مقتدا ایسا کرے گا تو پھر مقتدی کا کیا پوچھنا۔

۳: ایک کوتاہی (اگرچہ ایسا کم ہوتا ہے مگر ہوتا ہے) اس مذکورہ بالا کوتاہی کے مدِّمقابل کوتاہی ہے کہ نماز پڑھنے میں اتنی جلدی کرنا کہ ابھی وقت بھی نہیں شروع ہوا کہ انہوں نے نماز پڑھ لی، جیسے بعض لوگوں کے متعلق سنا ہے کہ فجر کی نماز صبح صادق سے پہلے پڑھ لیتے ہیں۔ بعض جلد باز جمعہ کے روز زوال سے پہلے جمعہ پڑھ لیتے ہیں۔ بعض مریضوں کو دیکھا گیا کہ مغرب کی تھوڑی دیر بعد ہی آسانی کے لیے عشاء پڑھ لیتے ہیں حالانکہ ابھی عشاء کا وقت بھی نہیں ہوا ہوتا اور جن حضرات کے نزدیک عصر کی نماز کا وقت دو مثل ہونے کے بعد شروع ہونے کا قول قوی ہے ان کے لیے عصر کی نماز دو مثل سے پہلے پڑھنا احتیاط کے خلاف ضرور ہے۔

الغرض نماز میں پابندی اوقات کا خیال رکھے، نہ وقت سے پہلے پڑھے نہ حد سے زیادہ تاخیر کرے جیسے اگر کسی عدالت میں وقت مقررہ پر

حاضری ضروری ہو تو وقت سے پہلے آنا یا وقت گذرنے کے بعد آنا معتبر نہیں ہوتا تو شریعت کے تعیین اوقات کی کیوں وقعت نہ کی جائے ؟

عورتوں میں نماز کا اہتمام نہ ہونا

۴: ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ شرائط وارکان نماز میں ذرا سے فرضی اور خیالی عذر کی وجہ سے شریعت کی عطاء کردہ اس رخصت پر عمل شروع کر دیتے ہیں جو عذر قوی کی صورت میں دی گئی ہیں۔ مثلاً ذرا سا بخار محسوس ہوا یا ٹھنڈی ہوا چلی تو بجائے وضوء اور غسل کے تیمم کرلیا۔ یا ذرا جسم میں تھکاوٹ و سستی ہوئی تو بیٹھ کر نماز پڑھنے لگے۔ ریل میں ذرا جگہ کی تنگی ہوئی جس کا آسانی سے انتظام ہو سکتا تھا بجائے جگہ بنانے کے سیٹ پر بیٹھے بیٹھے بغیر سمت قبلہ کا لحاظ کئے بغیر رکوع سجدہ اشارہ سے ہی نماز پڑھنے لگے۔ بلکہ ریل کے سفر میں اور خاص طور پر جہاز کے سفر میں تو لوگ عموماً نماز نہیں پڑھتے اور عورتیں تو بہت ہی کم ہوں گی کہ جو ریل میں نماز پڑھتی ہوں وہ تو اپنے دل کو یہ کہہ کر سمجھا لیتی ہیں کہ یہاں تو نہ پانی کا انتظام ہے نہ جگہ کی گنجائش ہے نہ تختہ پاک ہے نہ رخ معلوم ہے۔ نماز قبلہ رخ پڑھنا مشکل ہے نہ پردہ کا پورا انتظام ہے۔ انہی عذروں کی وجہ سے عورتوں کی اکثر نمازیں بسوں وغیرہ کے سفر میں بھی برباد ہوتی ہیں۔

حجاج کی نماز میں کاہلی و سستی

اور ان سے زیادہ ان لوگوں حالت قابلِ افسوس ہے جو حج کو جاتے ہیں اور ریل یا بحری جہاز میں بے ہودہ وساوس کی وجہ سے یا کاہلی کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتے ایک عبادت ادا کرنے چلے اور پانچ فرض روزانہ برباد
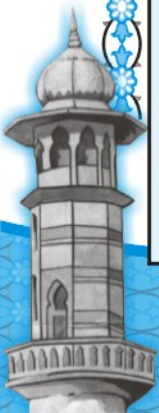
کئے۔ اگر بحری جہاز کا سفر پندرہ دن کا شمار کیا جائے تو پچھتر نمازیں جاتے ہوئے اور اتنا ہی سفر واپسی کا ہو تو پچھتر واپسی میں ضائع ہوئیں گویا کل ڈیڑھ سو نمازیں ضائع کیں کتنا افسوس کہ تم نے ایک فرض ادا کیا اور ڈیڑھ سو فرض ضائع کئے۔ کیا ایسے شخص کے حج کو کہا جاسکتا ہے کہ خدا کا فرض سمجھ کر ادا کیا ہے ؟ اگر یہ تھا تو یہ ڈیڑھ سو نمازیں بھی تو خدا کا فرض تھیں انہیں کیوں ضائع کیا ؟

سچی بات تو یہ ہے کہ ہم لوگ حج بھی نفسانی اغراض کی وجہ سے کرتے ہیں کہ یا تو یہ مقصد کہ ہمیں حاجی ہونے کا امتیاز حاصل ہو جائے یا ہم لوگوں کی ملامت سے بچ جائیں۔ اگر خالص یہ غرض نا بھی ہو تو اس کی آمیزش ضرور ہوتی ہے۔

بہرحال اگر ان بے بنیاد وجوہات کی وجہ سے نماز ترک کی یا بغیر فتویٰ شرعی محض اپنے خیال سے رخصت پر عمل کیا کہ کھڑے ہو سکتے تھے پھر بیٹھ کر نماز پڑھی یا وضوء کر سکتے تھے پھر تیمم کیا تو یہ بھی ترکِ نماز کے حکم ہی میں ہے اور یہ نہایت بددلی کی دلیل ہے اور ایسی نماز پڑھنے میں یہ شبہ پڑتا ہے کہ یہ دکھلاوے کے لیے نماز پڑھتے ہیں۔ ایسے نمازیوں کی شان میں اللہ پاک فرماتے ہیں : وَ اِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ (النساء)

(اور جب کھڑے ہوں نماز کو تو ہوں ہارے جی سے لوگوں کو دکھانے کو اور یاد نہ کریں اللہ کو مگر تھوڑا سا)

اور اس کوتاہی کی دو وجوہ ہیں۔

۱ مسائل سے واقف نہ ہونا۔

۲ نماز کی عظمت دل میں نہ ہونا۔

پہلی کا علاج یہ ہے کہ علم حاصل کرے اور مسائل سیکھے جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ نماز کے متعلق جو صورتیں پیش آئیں یا جو احتمال ذہن میں آئے اس کو کسی کاپی وغیرہ میں درج کر لیں یا ذہن میں محفوظ رکھیں اور بوقت ملاقات کسی عالم سے دریافت کر لیں یا بذریعہ خط مسئلہ معلوم کریں علماء سے پوچھ پوچھ کر عمل کریں۔

دوسری کا علاج یہ ہے کہ ان وعیدوں کو دل میں سوچیں جو ترکِ نماز پر قرآن و حدیث میں آئی ہیں تاکہ ان احکام کی عظمت دل میں پیدا ہو، جب عظمت پیدا ہوگی تو ضرور اس کی کوشش اور ارادہ کرے گا۔ جب کوشش اور ارادہ کرے گا تو خود ان عذروں کا لغو ہونا سمجھ میں آجائے گا۔ کیا کسی تقریب میں جانے کے وقت یا کسی معزز مہمان کے آنے کے وقت جبکہ بدن اور کپڑے میلے ہوں یہی شخص جو ادنیٰ بہانے سے تیمّم کرتا ہے غسل کر کے کپڑے بدلتا ہوا نہیں دیکھا جاتا؟

کیا ایسے ہی موقع پر اگر دیر تک کھڑا ہونا پڑے بلکہ چلنے کی ضرورت ہو تو کیا اس کو آسان نہیں ہو جاتا؟ مگر نماز میں کھڑا نہیں ہوا جاتا! کیا ریل میں اپنی سہولت کی ضرورت سے یا اپنے کسی رشتہ دار مریض کو آرام پہنچانے کی غرض سے مسافروں سے جگہ دینے کی اس نے کبھی فرمائش نہیں کی؟ تو پھر نماز کے لیے جگہ کی درخواست کرتے ہوئے کیوں شرمندگی ہوتی ہے؟ وجہ وہی ہے کہ اس کی اہمیت و عظمت دل میں نہیں اگر ہوتی تو جس طرح بھی بن پڑتا
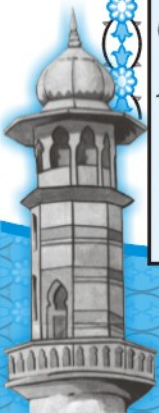
جگہ حاصل کر کے نماز پڑھتا۔

نماز کا اثر و برکت

ہمارا تجربہ یہ ہے کہ نماز میں وہ اثر اور برکت ہے کہ جب نماز کے لیے جگہ دینے کی درخواست کی جاتی ہے تو مخالف مذہب والے تک رعایت کرتے ہیں اور جگہ دیتے ہیں۔ اور اگر کبھی شاذ و نادر ایسا ہو کہ کوئی جگہ نہ دے تو اس کا اعتبار نہیں البتہ اگر خود ہی کوئی کم ہمت ہو اور درخواست نہ کرے تو اور بات، ورنہ ریل میں اچھے خاصے کھڑے ہو کر رکوع سجدہ کے ساتھ قبلہ رخ نماز ہوتی ہے اسی طرح جہاز میں اور اگر کبھی موقع پر واقعی عذر ہو تو شریعت نے تنگ نہیں کیا رخصت پر عمل جائز ہے۔

اور بعضے عذر بالخصوص مستورات کے جو عذر مذکور ہوئے وہ مسائل جاننے سے دُور ہو جائیں گے انہیں میں سے ایک عذر پردہ کا ہے کہ سواری سے اتر کر نماز پڑھنے میں بے پردگی ہے تو اس کے متعلق حکم شرعی سمجھ لینا چاہئے کہ ایسے وقت میں صرف برقعے کا پردہ کافی ہے۔

اور حجاج کا نماز ترک کرنا اگر احکام کی عظمت نہ ہونے سے ہے تو اس کا علاج ابھی مذکور ہوا کہ مخالفت احکام پر جو عذاب کی وعیدیں آئی ہیں ان کو سوچے اور اگر جہاز میں پاکی کا اہتمام نہ ہونا اس کا سبب ہے تو اس کے متعلق اوّل کی کوتاہی کے ضمن میں جہاں بیماروں کا نماز چھوڑ دینا کپڑے اور بدن کے نجس ہونے کے خیال سے مذکور ہے بیان کیا گیا ہے اور اگر یہ حج نفل ہے اور کسی وجہ سے اہتمام نماز کا نہ ہو سکے تو اس شخص کو حج کے لیے سفر کرنا ہی جائز نہیں وہ اپنے گھر میں رہ کر کام میں لگے۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں عارف مسعود بک رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید   معشوق دریں جاست بیائید بیائید

(اے نفلی حج پر جانے والوں کہاں ہو تم کہاں ہو تم ، معشوق تو یہاں ہے واپس آجاؤ واپس آجاؤ)

تعدیلِ ارکان نہ کرنا

۵: ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ تعدیلِ ارکان اور نماز کی سنّتوں کا اہتمام نہیں کرتے نہ قومہ ہے ، نہ جلسہ ہے ، رکوع بھی سنت کے مطابق نہیں قیام بھی قراءت مسنونہ کی مقدار سے کم قراءت میں بھی غلط صحیح کی خبر نہیں ، نماز کیا پڑھتے ہیں اپنے اوپر سے ایک بلاء سی ٹالدیتے ہیں۔ ایک حدیث میں ایسے شخص کو نماز کی چوری کرنے والا کہا گیا ہے اور ایک حدیث میں ایسے شخص کو نماز کے لوٹانے کا حکم اس طرح دیا کہ پھر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ یعنی یہ نماز تیری نہیں ہوئی۔ فقہی طور پر یہ مسئلہ تو الگ رہا کہ اس کی نماز ہوئی یا نہیں لیکن اگر ہوئی بھی تو اس کی یہی مثال ہے کہ ایک باندی جو لنگڑی ، ٹونڈی ، اندھی ، پھر بہری ، گونگی ، اپاہج ، بیمار ہو تو اگرچہ وہ ایک درجہ میں آدمی تو ہے مگر اس قابل نہیں کہ کسی صاحبِ کمال صاحبِ جلال بادشاہ کی خدمت میں پیش کی جا سکے اور وہ اس کو قبول کرلے اسی طرح یہ نماز ایک درجہ میں نماز کہلائی جائے گی مگر جب اس کے ارکان جو بمنزلہ اعضاء کے ہیں ناقص ہیں تو وہ اس قابل نہیں کہ کہ حق تعالیٰ کے حضور میں قبول ہو سکے۔

یا اعضاء درست ہوں (یعنی ارکان و فرائض پورے کئے) مگر سنتوں کا اہتمام نہ ہونے سے اس کی مثال اس باندی کی سی ہوگی کہ جو خدوخال اور

ناز واداء سے خالی ہو جبکہ بادشاہ کو تو خوبصورت خد و خال والی باندی مطلوب ہے۔ پس درجہ کمال میں مقبول نہ ہوگی یعنی محبوب نہ ہوگی گو لے لی جائے پس اس کی تعدیل اور تکمیل ضروری ہے۔

رکوع اور سجود کی درستگی کے لیے تو خالی ارادہ ہی کافی ہے کسی خاص اہتمام کی ضرورت نہیں، البتہ قیام بقدر مسنون کے لیے کچھ صورتیں خاص سیکھنا ضروری ہوں گی اس کے لیے عم کا سیپارہ حفظ کرنا کافی ہے کہ اس میں سورہ بروج تک طوال مفصل ،لم یکن تک اوساط اور اس کے بعد سے سورۃ الناس تک قصار ہیں کہ ان کے یاد کرنے سے مختلف نمازوں میں سُنّت ادا ہو سکتی ہے۔ (فجر اور ظہر میں طوال مفصل کی قراءت عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل کی قراءت اور مغرب میں قصار کی قراءت مسنون ہے)

اور تصحیح قرآن کے لیے کچھ توجہ کرنا پڑے گی جس کے متعلق اس سے قبل عنوان ''اصلاح معاملہ بہ قرآن مجید'' کے ذیل میں عرض کر چکا اس کا مطالعہ کافی ہو گا۔ اور جس طرح اپنا قرآن درست کرنا ضروری ہے اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے گھر والوں کی نماز اور قرآن جس قدر نماز میں پڑھا جاتا ہے اہتمام کر کے درست کرا دیں اور اگر چند روز بھی اس کام پر صِرف دس منٹ صَرف کریں تو آسانی سے اس میں کامیابی ہو سکتی ہے غرض اس طرح سے نماز کی تکمیل و تعدیل میّسر ہو جائے گی۔

بعض لوگ اچھے خاصے بارہ مہینے تو اطمینان سے نماز پڑھتے ہیں لیکن تراویح میں بہت تیزی دکھاتے ہیں ان شاء اللہ آئندہ اس کے متعلق

خصوصیت سے ذکر کیا جائے گا۔

نمازی امراء کی کوتاہیاں

۶: ایک کوتاہی جو بالخصوص نمازی امراء میں کثرت سے پائی جاتی ہے جماعت کا ترک کرنا ہے۔ قرآن و حدیث سے اس کا بے حد اہتمام ثابت ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے ترک پر جو وعیدیں آئی ہیں ان کو دیکھتے ہوئے بعض علماء نے اس کو واجب قرار دیا ہے۔ اور بعض محققین فقہائے احناف نے بھی اس کو اختیار کیا ہے۔ اور واجب عمل کرنے میں اور ترک کرنے کی صورت میں گناہ اور سزاء میں فرض کے برابر ہے۔

پس ایک فرض کو ادا کرنا اور جو عمل میں اس کے برابر ہے اس کو ادا نہ کرنا کتنی بڑی غلطی ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوا کہ جماعت کو ترک کرنے کی زیادہ تر دو وجہیں ہیں۔

۱ سستی کہ اتنی دُور کون جائے دھوپ میں کون جائے ؟

۲ تکبّر کہ ذلیل لوگوں کے ساتھ کھڑا ہونا پڑے گا یا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا پڑے گی۔ اور کبھی اس کا سبب مسجد میں ان لوگوں کی شان کے مطابق راحت و آرام کا سامان نہیں ہوتا۔

چنانچہ میں نے ایک صاحب کو یہ عذر کرتے ہوئے دیکھا کہ مسجد کا وضو خانہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر وہاں وضوء کے لیے بیٹھیں تو کپڑوں کو کائی لگ جاتی ہے۔ چٹائیاں سڑی ہوئی جن میں گرد و غبار بھرا ہوا ہے بچھی ہوئی ہوتی ہیں جن سے کپڑے میلے ہو جاتے ہیں۔ ہوا کا گذر نہیں دل پریشان ہوتا ہے۔

سستی کے متعلق تو جواباً اتنا عرض ہے کہ اگر اسی وقت میں دنیا کا

کوئی ایسا کام نکل آئے جس میں ان کا دنیا کا مالی فائدہ ہو یا اقتدار ملتا ہو تو یہی حضرت اس کی طرف فوراً دوڑے چلے جائیں گے اور ذرا سی بھی سستی نہ ہوگی نہ گرانی ہوگی افسوس کیا آخرت کی ضرورت اتنی بھی نہیں رہی۔

میں نے ایک صاحب کو دیکھا کہ ان کے گھر کے سامنے مسجد تھی مگر وہاں کبھی تشریف نہ لاتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کے گھر لڑکے کی بسم اللہ کی تقریب تھی ان کے ایک غریب بھائی کسی بات پر ناراض ہو گئے اور تقریب میں شرکت سے انکار کیا تو شدید گرمی میں ایک بچے کی چھوٹی سی چھتری جو اس پر سایہ بھی نہیں کرتی تھی لے کر انہیں منانے کے لیے ایک دُور محلہ میں گئے اور ان کو منا کر لائے۔ یا اللہ دنیا کی مصلحت کے وقت وہ سستی کہاں چلی جاتی ہے؟ اس کا علاج بھی وہی ترکِ نماز پر موجود وعیدوں کو یاد کرنا ہے اور تکبر کے متعلق یہ عرض ہے کہ اول تو آپ کی شان ہی کیا ہے؟ پھر شاید وہ مساکین خدا تعالیٰ کے نزدیک تم سے زیادہ محبوب و مقبول و صاحب مرتبہ ہوں۔ اس کے سامنے دُنیوی عزت گرد ہے بلکہ کچھ بعید نہیں کہ قیامت میں تم کو ان ہی مساکین کی خوشامد کرنی پڑے اور انہی کی سفارش سے تمہاری رہائی ہو اس احتمال کے ہوتے ہوئے تمہیں ان کو حقیر و ذلیل سمجھنے کا کوئی حق نہیں۔

دوسرے اگر تمہاری شان ان مساکین سے زیادہ بھی مان لی جائے تو تم مساجد میں، ان مساکین کی تعظیم کے لیے تو نہیں جاتے کہ خلافِ شان ہو بلکہ تم اور وہ سب ایک ایسے عظیم الشان کی تعظیم کے لیے جمع ہوئے ہو جس کی تعظیم سے تمہاری شان بڑھی ہے، کیا کسی بادشاہ کے دربار عام کے

موقع پر کوئی شخص اس وجہ سے بادشاہ کو سلام کرنے سے احتراز کر سکتا ہے کہ وہاں تو غرباء بھی سلام کرتے ہیں؟ اور ایسے میں سلام کرنے جانا اہانت ہے۔ کیا سچ مچ ایسے دربار کے موقع پر سلام کرنا اہانت ہے؟ ہرگز نہیں! کیا کوئی ایسا سمجھ کر آئے تو وہ سرکش اور گستاخ نہ سمجھا جائے گا؟ ضرور بالضرور سمجھا جائے گا، تعجب ہے دربارِ بادشاہی کے ساتھ یہ برتاؤ اور دربارِ الٰہی کے ساتھ یہ برتاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: **مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ** (الحج: ۷۴) (اللہ کی قدر نہیں سمجھے جیسی اس کی قدر ہے بے شک اللہ زور آور زبردست ہے) اور اگر کسی مسکین کے امام ہونے سے عار آتی ہے تو اوّل تو وہ عار کی بات نہیں، کیا حکام کے دربار میں حاضر ہونے کے وقت اردلی خاص جو کہ رتبہ اور مرتبہ میں تمہارے برابر نہیں پیشی کرنے کے وقت تمہارا پیش رو نہیں ہوتا پھر اس وقت عار کیوں نہیں آتی؟ یہ ساری عار و شرمندگی خدا ہی کے معاملہ میں کیوں ہے؟ اصل یہ ہے کہ وہاں خوشنودی حاکم مطلوب ہے جس طرح بھی ہو اور یہاں یہی مقصود نہیں، ورنہ کسی طرح عار نہ آتی۔

عارف رومی نے کیا عمدہ بات کہی ہے:

شاد باد اے عشقِ خوش سودائے ما — اے طبیبِ جملہ علّت ہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما — اے تو افلاطون و جالینوس ما

مبارک ہو اے عشق تو میرے لیے بہترین مال تجارت ہے
کہ تو میری تمام بیماریوں کا علاج ہے تُو میرے تکبر و غرور کا
علاج ہے تو میرے لیے افلاطون و جالینوس ہے۔
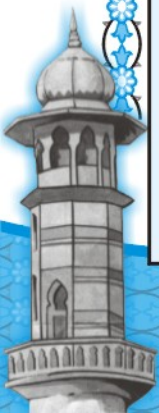
دوسرے اگر پھر بھی ان کے پیچھے نماز پڑھتے شرم آتی ہے تو ان سے زیادہ علمی و عملی قابلیت پیدا کر لیجیے، پھر آپ کے ہوتے ہوئے وہ غریب خود ہی امام نہیں بنے گا۔ آپ امام بنئے! اس مسکین کو شرمندگی نہیں ہوگی وہ اقتداء کرے گا اور جماعت ہو جائے گی۔

افسوس! خود تو الحمد للہ اور قل ھو اللہ بھی صحیح نہ پڑھتے ہوں اور اس مسئلہ تک کی خبر نہ ہو کہ سجدہ سہو کن کن صورتوں میں واجب ہوتا ہے اس لیے خود تو امامت کے قابل نہ ہوں اور جو دوسرا اس قابل ہو اس کے پیچھے کھڑے ہونے سے عار (شرمندگی) ہو یہ عار (شرمندگی) نہیں نار (آگ) ہے۔

زنہار از چنیں تکبر و عار　　　وقنا ربنا عذاب النار

اس قسم کے تکبّر و عار سے بچو، اے ہمارے رب عذاب جہنم سے ہماری حفاظت فرما۔

رہ گیا عذر مسجد میں سامان آسائش نہ ہونے کا، تو اس عذر کو تو زبان پر لاتے ہوئے بھی شرمانا چاہیے۔ کیونکہ غور کرنے سے تو اس عذر کا مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ مسجد غربا کا گھر ہے وہ اگر ہم کو بلاتے ہیں تو ہماری شان کے لائق اس میں سامان راحت و آرام ہونا چاہیئے ورنہ ہم نہیں آتے۔ کیوں صاحب؟ کیا وہ سچ مچ غرباء کا گھر ہے؟ اگر ان کا گھر نہیں تو پھر اس عذر کے کیا معنیٰ؟

اگر یہ معنیٰ ہیں کہ خدا کا گھر ہے خدا کو ایسا کرنا چاہیئے تو کیا اس کہنے کی جرأت کر سکتے ہو! اگر نہیں کر سکتے تو اس کے جواب کی کیا ضرورت ہے۔ اور

اگر کر سکتے ہو تو جواب سنو! خدا تعالیٰ نے آپ کو اور غرباء کو سب کو غلام بنایا ہے اور منجملہ دوسری خدمتوں کے یہ خدمت بھی سپرد کی ہے۔ اس دربار میں راحت و آرام کا سامان فراہم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو غریبوں سے زیادہ مال دیا ہے لہٰذا مساجد میں راحت و آرام کا سامان فراہم کرنا تمہاری زیادہ ذمّہ داری ہے تمہارے ذمہ واجب ہے کہ اس دربار یعنی مسجد میں وہ تمام سامان فراہم کرو جس کے نہ ہونے سے تم مسجد میں نہیں جاتے (مثلاً آج کل قالین ،اے سی ، پنکھوں اور اسپیکر وغیرہ کی فراہمی) اور اگر یہ سامان تم فراہم نہیں کرتے اور اس وجہ سے وہاں نہیں جاتے تو یہ تم پر اعتراض ہے نہ کہ غرباء پر۔

بعض لوگ دینداروں میں شمار ہوتے ہیں اور امام میں شرعی عیب نکال کر جماعت ترک کرتے ہیں۔ کبھی تو اس کا اصلی سبب کوئی طبعی رنج ہوتا ہے ، بہانے کے لیے امام میں کوئی عیب ڈھونڈ کر اس کی آڑ لیتے ہیں کہ وہ فلاں گناہ میں مبتلاء ہے ، فلاں بدعت میں مبتلاء ہے اس لیے ہم اس کے پیچھے جماعت سے نماز نہیں پڑھتے۔

بعض متکبروں کو اصل رکاوٹ تکبر اور غرباء کی تحقیر ہوتی ہے اس لیے جماعت میں شریک نہیں ہوتے مگر چونکہ خود دیندار کہلاتے ہیں اس لیے شرعی عنوان اختیار کر کے اپنی غرض حاصل کرتے ہیں ، مثلاً مفتی سے پوچھتے ہیں کہ جناب جس کی بیوی بے پردہ ہو وہ دیوث ہے یا نہیں اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں اس طرح کے سوال کرتے ہیں۔

اور کبھی کسی کی امامت میں نماز نہ پڑھنے کا اصلی سبب

دینداری بھی ہوتی ہے مگر احکام کے نہ جاننے سے یا اہتمام نہ کرنے سے غلطی میں مبتلاء ہو جاتے ہیں۔ مثلاً طبعی طور پر بدعت سے احتراز کرتے ہیں اور امام بدعتی ہے اس لیے اس سے بغض ہے اور کوئی دنیوی رنج نہیں ہے اس لیے اس کے پیچھے جماعت سے نماز نہیں پڑھتے۔ مگر اس مسئلہ کی ان کو خبر نہیں کہ اکیلے نماز پڑھنے سے ہر حالت میں جماعت سے نماز پڑھنا افضل ہے اگرچہ امام بدعتی ہو بشرطیکہ اس کی بدعت حد کفر تک نہ پہنچ گئی ہو۔ اگر اصلی سبب ترک جماعت کا دنیوی رنج ہے تو سمجھنا چاہیے کہ دین کو اپنی اغراض دنیویہ کا ذریعہ بنانا سخت نازیبا و ناپسندیدہ اور بے ادبی و گستاخی ہے۔ جس کا برا ہونا محتاج بیان نہیں اگر مخلوق سے اپنا عیب چھپا بھی رہے گا تو اللہ کو تو سب پتہ ہے اس کو کیا جواب دو گے؟ اور اگر اصلی سبب تکبر ہے تب بھی یہی جواب ہے۔ اور پچھلے صفحات میں بھی تکبر کا بیان ہو چکا ہے۔

اور امام کی بیوی کی بے پردگی کا بہانہ جو تراشا ہے اس کا کلی جواب تھا یہی ہے کہ نفسانی غرض کو دین کی آڑ کیوں بناتے ہو۔ اور جزئی جواب یہ ہے کہ خود معترض بھی اس اعتراض سے کم محفوظ ہوں گے کیونکہ شریعت کے موافق پورا پردہ بڑے لوگوں میں کم ہوتا ہے، اکثر وہ اپنے دُور اور قریب کے اعزّہ کے سامنے بے پردہ آتی ہیں جو ان کے محرم نہیں ہوتے۔ اتنا فرق ہے کہ بعض غریبوں کی عورتیں خود گھر سے نکل کر نامحرموں کا سامنا کرتی ہیں اور امیروں کی عورتیں گھر میں بیٹھ کر نامحرموں کا سامنا کرتی ہیں تو دونوں برابر ہوئیں بلکہ غریبوں کی بیویوں میں اتنی ترجیح ہے کہ وہ میلی کچیلی ہو کر نامحرموں کے سامنے آتی ہیں (جس کی وجہ سے ان کی طرف التفات نہیں ہوتا) اور

امراء کی عورتیں زیب و زینت کے ساتھ آتی ہیں (جس سے ان کی طرف کشش ہوتی ہے) اب خود دیکھ لیجیے کہ یہ زیادہ برا ہے یا وہ، تو اس حیثیت سے بھی اکثر غرباء ہی امامت کے زیادہ اہل ہوئے۔ اور اگر دینداری ہی سبب ہے تو اس میں جو غلطی ہے وہ مسئلہ کے جاننے سے جاتی رہے گی جیسا اوپر بیان کیا کہ اکیلے نماز پڑھنے سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے۔

وہی یہ بات کہ بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے تو یہ کراہت اس کے لیے ہے جو اس امام کو معزول کرنے پر قادر ہو اور جو معزول کرنے پر قادر نہ ہو اس کی نماز مکروہ بھی نہیں پھر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں کم درجہ کی کراہت اور ترک جماعت میں زیادہ کراہت و حرمت ہے۔ البتہ اگر ایسی جگہ شریک جماعت ہوئے ہیں فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر اکیلے نماز پڑھنا درست ہے۔

ان تارکین جماعت میں بہت سے مشائخ بھی دیکھے جاتے ہیں جن کو یہ شبہ ہو گیا ہے کہ جماعت سے نماز پڑھنے میں مخلوق سے اختلاط ہوتا ہے جو ذاکر اور سالک کے لیے نقصان دہ ہے۔

بعض نے یہ بیان کیا کہ تنہا نماز پڑھنے میں وساوس اور خطرات کم آتے ہیں اور جو نماز حضور قلب کے ساتھ ہو وہ اس نماز سے افضل ہے جس میں حضور قلب نہ ہو اور جماعت میں بوجہ کثرت وساوس حضورِ قلب میسر نہیں ہوتا۔

اس دھوکہ کی اصل وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ مواجید اور کیفیات ذوقیہ کو اصل مقصود سمجھتے ہیں اور وہ بعض اوقات خلوت (تنہائی) میں زیادہ ہوتے

ہیں بہ نسبت جلوت کے۔ لیکن حقیقت میں مقصود رضائے حق ہے نہ کہ کیفیات جس کا ذریعہ احکام الٰہی کی بجاآوری ہے اور جماعت سے نماز پڑھنا بھی ان میں سے ایک ہے اگرچہ جماعت سے نماز پڑھنے میں وجدنیات اور ذوقیات میں کمی ہو۔

پھر تحر سے معلوم ہوا ہے کہ بعض افعال شرعیہ سے اگرچہ فی الحال کسی خاص کیفیت میں کمی معلوم ہو (مثلاً حضورِ قلب) مگر ان احکام کو مسلسل ادا کرنے سے کوئی کیفیت بتدریج ایسی حاصل ہوتی ہے جو اس فوت شدہ کیفیت سے اعلیٰ اور قوی اور ہمیشہ رہنے والی ہو۔ اس وقت اس کی قدر معلوم ہوگی۔

خشوع کا فقدان

۷ ایک کوتاہی جس کو عوام تو عوام بعض خواص بھی کوتاہی شمار نہیں کرتے، نماز میں خشوع اور حضورِ قلب کا نہ ہونا ہے حالانکہ وہ خاص طور پر اہتمام کے قابل ہے۔ جس کے مطلوب و مقصود ہونے کے لیے یہ آیت کافی ہے: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ (المؤمنون) (کامیاب ہوئے ایمان والے جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرنے والے ہیں) اور خشوع میں کمی کرنے کی برائی کے لیے یہ آیت قابل غور ہے: اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ (الحدید ۱۶) کیا وقت نہیں آیا ایمان والوں کے لیے کہ گڑگڑائیں ان کے دل۔

اور اس کوتاہی کا سبب غور کرنے سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱ بعض لوگوں کو اس کا اہتمام ہی نہیں جس کا سبب ان کی بے

پرواہی ہے۔

۲ بعض کو خشوع کے حصول کا اہتمام تو ہے لیکن اس کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے اپنے اختیار سے خارج سمجھتے ہیں اس لیے اس کو حاصل کرنے کا ارادہ ہی نہیں کرتے۔

پہلے سبب کا علاج تو آیات مذکورہ بالا کے مضمون میں غور کرنا ہے دوسرے سبب کا علاج اس کی حقیقت سمجھنا ہے جس کو مختصراً بیان کرتا ہوں ۔ جس کا وعدہ اسی کوتاہی کے ضمن میں کیا گیا ہے بعض لوگ ترکِ نماز کا یہ عذر کرتے ہیں کہ ھم سے حضورِ قلب نہیں ہو سکتا اور نماز بغیر حضورِ قلب کے ہوتی نہیں۔

خشوع کی حقیقت

لغوی طور پر خشوع کے معنی سکون کے ہیں۔ اور شرعی طور پر اس کی حقیقت دل اور اعضاء میں ارادۃً سکون قائم کرنے کے ہیں اور سکون مقابل ہے حرکت کے، پس جیسی حرکت ویسا ہی اس کے مقابل سکون ہو گا (یعنی خشوع) اعضاء اور جوارح کی حرکت مکانیہ ہوتی ہے اس کا سکون، یعنی خشوع یہی ہے کہ جس حرکت کا شرعاً حکم نہیں وہ حرکت نہ کرے۔ یعنی اپنے ارادے سے ہاتھ پاؤں بیکار نہ ہلائے ادھر ادھر گردن گُھما کر یا نظریں گھما کر نہ دیکھے، سر کو اوپر کو نہ اٹھائے، بالوں کو، کپڑوں کو بار بار درست نہ کرے، بِلا ضرورت نہ کھجائے نہ کھنکارے وغیرہ۔ اور دل کی حرکت اِدھر اُدھر کی باتوں کو سوچنا ہے اس کا سکون یعنی خشوع یہ ہے کہ بِلا وجہ اِدھر اُدھر کی باتیں ارادۃً نہ سوچے۔

پس اگر اعضاء اور جوارح کی حرکت بِلا ارادہ ہو جیسے رعشہ کی وجہ سے کسی کی گردن یا ہاتھ پیر حرکت کرتے ہوں تو وہ خشوع کے منافی نہیں کیونکہ اختیار سے خارج ہے اور غیر اختیاری حرکت پر شرعاً مواخذہ نہیں۔ اسی طرح اگر دل کی حرکت بلا ارادہ ہو یعنی کوئی خیال خود بخود آجائے تو وہ بھی اسی دلیل سے خشوع کے خلاف نہیں ہے۔ پس لوگوں کی غلطی یہ ہے کہ وہ خشوع کا یہ مطلب سمجھتے ہیں کہ بالکل کوئی خیال نہ آئے اور اسی وجہ سے خشوع کے حصول کو عادۃً محال سمجھتے ہیں۔ مگر اس خیال کا غلط ہونا ہماری مذکورہ تقریر سے معلوم ہوگیا ہے اور یہ بھی پتہ لگ گیا ہے خشوع کا حصول ایک فعل اختیاری ہے اور ہر شخص اس پر قادر ہے اور بہت آسان ہے صرف ذرا سی توجہ کی ضرورت ہے۔

حصول خشوع کا طریقہ

وہ تمام کام جن کا تعلق ارادے سے ہو ان کا طریقہ یہی ہے کہ ارادہ کرو تو آسان، ارادہ نہ کرو تو مشکل، حتّٰی کہ اگر منہ میں لقمہ لے کر بیٹھ جائے اور نگلنے کا ارادہ نہ کرے تو وہ بھی آسان نہیں، پس اگر لقمہ نگلنا آسان ہے تو خشوع بھی اتنا ہی آسان ہے اور اگر خشوع محال ہے تو لقمہ نگلنا بھی اتنا ہی محال ہے دونوں کے آسان اور مشکل ہونے میں کوئی فرق نہیں اس لیے کہ بِلا ارادہ دونوں مشکل اور ارادے کے بعد دونوں آسان اور نماز میں خشوع حاصل کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ نماز میں جو کچھ بھی اپنے منہ سے ادا کرے محض یاد سے نہ پڑھے بلکہ ہر لفظ پر مستقل ارادہ کرکے اس کو منہ سے نکالے کہ اب سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کہوں گا اب وَبِحَمْدِكَ کہہ رہا ہوں اب

وَتَبَارَكَ اسْمُكَ منہ سے نکل رہا ہے اسی طرح پوری نماز پڑھے۔ پس جب ہر لفظ پر پوری توجہ رہے گی تو عقلی قاعدے کے مطابق کہ نفس ایک وقت میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ دوسرے خیالات بند ہو جائیں گے۔

اس مراقبے کو شروع نماز سے آخر تک اہتمام سے کرے گا تو انشاء اللہ تعالیٰ اوّل تو بِلا قصد بھی کوئی خیال نہیں آئے گا اور اگر بالفرض آ ہی جائے تو اس فکر میں نہ پڑے کہ یہ تو پھر نماز میں وساوس آنے لگے کیونکہ اس فکر میں مبتلاء ہونا بھی خیالِ غیر ہے۔

پس اس کا علاج یہی ہے کہ پھر اپنی توجہ کو مذکورہ بالا طریقہ پر نماز میں کئے جانے والے ارکان کی طرف متوجہ کرے اور توجہ سے الفاظ کو ادا کرے اس طرح ان شاء اللہ تمام وساوس رفع ہو جائیں گے۔

یہ ساری تقریر میں نے اپنے استاذ گرامی استاذ الکل حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے افادات سے اخذ کی ہے۔

اور اس احقر (مولانا محمد اشرف علی تھانوی) کا ایک وعظ خشوع کے ہر پہلو پر مفصل بحث میں شائع ہو چکا ہے جس کا نام مواعظ اشرفیہ ہے جس کے ملاحظہ سے انشاء اللہ تعالیٰ اس باب میں کسی قسم کا خفاء نہیں رہے گا۔

متفرق کوتاہیاں

ایک کوتاہی کہ ذی شعب مختلفہ[1] ہے اور اسی پر اپنی تحریر کو ختم کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ نماز اتنی بڑی ضروری چیز اور پھر روزانہ پانچ بار واقع ہونے والی اور اس کے شرائط و ارکان کے ہر جزو اور ہر موقع پر بے شمار صورتیں پیش

---

[1] بہت سی کوتاہیوں پر مشتمل ہونا

آتی ہیں، جن کے احکام بہت لوگوں کو معلوم نہیں، مگر باوجود اس کے بہت کم دیکھا جاتا ہے کہ ان احکام و مسائل کو لوگ دریافت کرتے ہوں!

۱ بہت لوگ ناواقفی سے بلا اضطرار[۱] اس طرح جمائی لیتے ہیں یا بلا عذر کھنکارتے ہیں کہ حروف ظاہر ہو کر نماز جاتی رہتی ہے۔

۲ بعض لوگ ایسے لباس غیر مشروع سے نماز پڑھتے ہیں کہ نماز ان کی قبول نہیں ہوتی بالخصوص بعض اقسام ریشم اور مخمل کے استعمال میں تو خواص تک بے احتیاطی کرتے ہیں۔

۳ بعض لوگ ہجوم میں امام سے پہلے نیت باندھ لیتے ہیں کہ وہ نماز ہی نہیں ہوتی۔

۴ بعض لوگ امام کے ساتھ رکوع میں اس طرح شامل ہوتے ہیں کہ اللہ اکبر کہتے ہی رکوع میں پہنچ جاتے ہیں اور اول قیام نہیں کرتے ان کی نماز بھی نہیں ہوتی۔

۵ بعضے لوگ قعدۂ اخیرہ میں امام کے ساتھ شریک ہونا چاہتے ہیں مگر ان کی تکبیر تحریمہ ختم کرنے سے پہلے امام سلام پھیر دیتا ہے تو وہ اقتداء صحیح نہیں ہوتی اور نیت اقتداء موضع انفراد میں مفسدۂ صلوٰۃ[۲] ہے ان کی نماز بھی نہیں ہوتی از سر نو نماز شروع کرنا چاہیئے۔

۶ اسی طرح بعض اوقات امام سہواً بعد قعدۂ اخیرہ کے کھڑا ہو جاتا ہے تو مسبوق بھی اقتداء کی حیثیت سے ساتھ ساتھ کھڑا ہوتا ہے حالانکہ اس

---

۱ مجبور ہو کر نہیں بلکہ قصد و ارادے سے ۲ یعنی انفرادی نماز پڑھنے والا اگر اقتداء کی نیت کرے گا تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

وقت مسبوق کو اقتداء جائز نہیں تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

۷ علیٰ ھٰذا اگر امام مسافر بعد دو رکعت کے سہواً کھڑا ہو جاوے مقتدی مقیم کو اس کے ساتھ مقتدی رہنا بھی مفسد صلوٰۃ فرض ہے۔

اس مقام پر مسئلہ کا استیعاب مقصود نہیں اور نا ممکن ہے، محض بعض مثالیں پیش کرنا ہے کہ ایسی صورتیں کس کثرت سے واقع ہوتی ہیں جن میں نماز نہیں ہوتی اور لوگ اس سے بے خبر ہیں!

اسی طرح شرائط میں بھی بے پروائیاں کی جاتی ہیں :

۸ بعضے آدمیوں کو دیکھا گیا ہے کہ کپڑے پر، تکیہ پر، اگرچہ غبار نہ ہو تو تیمم کر لیتے ہیں۔

۹ بعض کو دیکھا ہے کہ اگر وضو و غسل میں کہیں پاؤں وغیرہ خشک رہ جاتا ہے ویسے ہی تر ہاتھ پھیر لیتے ہیں جو کہ مسح ہے، پانی ڈال کر نہیں دھوتے۔

۱۰ بعض آدمی باوجود اندیشہ قطرہ کے فوراً صرف پانی سے استنجا کر لیتے ہیں اور پھر قطرہ آجاتا ہے، اگر خبر بھی ہو گئی اور وضو بھی دہرا لیا مگر پائجامہ پاک نہیں کرتے اور اس طرح کئی بار میں مقدار عفو[۱] سے بڑھ جاتا ہے اور اسی کپڑے سے نماز پڑھتے رہتے ہیں اور اگر علم نہ ہوا تو بے وضو ہی نماز پڑھی جاوے گی اور اگر شبہ ہو کہ بے خبری میں معذور ہے؟ جواب یہ ہے کہ معذور اس وقت ہے کہ جب نقض وضو کا احتمال غالب نہ ہو ورنہ اس احتمال کا انسداد واجب ہو گا اور جب قوی کا ضعف مشاہدہ ہو تو قطرہ کا قطع کرنا ضروری

---

[۱] وہ مقدار جو معاف ہوتی ہے

ہوگا اور تجربہ سے اس باب میں کلوخ[1] سے بہتر کوئی چیز ثابت نہیں ہوئی۔

نا اہل کو امام بنالینا

اسی طرح بہت جگہ امام ایسے ہیں کہ نماز لوگوں کی فاسد یا مکروہ ہوتی ہے، پھر بعض جگہ تو مقتدی ہی اس خرابی کا سبب ہوتے ہیں، یعنی امام کا تقرر کرنے کے وقت اس کی صلاحیت و اہلیت کو نہیں دیکھتے بلکہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ محلہ بھر میں جو شخص سب سے نکما ہوتا ہے اس کو ارزاں سمجھ کر امامت کے لیے تجویز کیا جاتا ہے، چاہے اس کو قرآن پڑھنا بھی نہ آتا ہو، خواہ اس کو مسائل بھی یاد نہ ہوں اور بعض جگہ تو مقتدیوں کا کچھ دخل ہی نہیں ہوتا خود ہی براہ تکبر بعضے اہل وجاہت امام بن بیٹھتے ہیں اور قصبات میں جمعہ وعیدین کے اکثر ائمہ اسی شان کے ہیں اور اس خرابی کی ابتداء امامت کا موروث ہونا ہے[2] جس کی بناء بعض سلاطین کے وقت سے پڑی ہے اور اس وقت گو کوئی مصلحت ہو، مگر اب تو اس میں اس قدر مفاسد ہو گئے ہیں کہ اس کا توڑنا اور ایسے امام کو چھوڑنا واجب ہے، اگر اس کے معزول کرنے پر قدرت نہ ہو تو خود تو عزلت[3] کرنا ممکن ہے۔ یعنی سب مل کر کسی دوسری جگہ جماعت کا انتظام کرلیں اور کسی اہل کو امام تجویز کرلیں۔ البتہ جہاں امام سے ضرر رسانی کا اندیشہ ہو تو یہ بے چارے معذور ہوں گے، صبر کرنا چاہئے، یہ تھے شعبے اس لاحق الذکر کوتاہی کے۔

---

[1] مٹی کا ڈھیلا [2] وراثت میں امامت کا ملنا [3] اپنے کو جدا کر لینا

علم دین، سب کا علاج

ان سب کا علاج علم دین ہے، جو پڑھنے سے یا علماء کے پاس آنے جانے سے اور پوچھتے رہنے سے نہایت سہولت سے ممکن الحصول ہے۔

یہ تھا مختصر ضروری بیان ان کوتاہیوں کا جو کثیر الوقوع ہیں اور جن کا وقوع قلیل ہے ان کا ذکر مطوی (ختم) کیا گیا، اول بوجہ قلت وقوع کے دوسرے اس لیے کہ ان کا مذموم ہونا کسی پر مخفی نہیں، سو تنبیہ کے لیے یہ علم ہی کافی ہے۔

۱ جیسے شرم سے بے وضو نماز پڑھ لینا یا پڑھا دینا۔

۲ وضو کر کے سو رہنا اور کسی کے جگانے کے بعد سب کو جھٹلا لینا کہ میں تو نہیں سویا تھا اور اسی طرح نماز پڑھ لینا۔

۳ نماز میں اخلاص نہ ہونا یعنی صرف اسی لیے نماز پڑھنا کہ لوگ مجھ کو نمازی سمجھیں جس کو ریاء کہتے ہیں و نحو ذالک

وسوسہ، کفر نہیں

گو یہ امور واقع ہوتے ہیں مگر کثرت نہیں ہے اور گو ریاء کثیر الوقوع ہے مگر استقراء سے معلوم ہوا کہ صرف نفل عبادات میں کثیر الوقوع ہے اور یہاں سے زیادہ بیان کرنا غیر نفل کا مقصودہ ہے اور نفل عبادات و ذکر وغیرہ میں بھی ریاء وہیں ہے جس جگہ اس کا قصد ہو اور جو شخص اس کو برا سمجھے، دفع کرے، وہاں اس کا شبہ کرنا اور اس غم میں مبتلا ہو جانا جیسے بعض سالکین کو پیش آتا ہے مضر ہے، جس خطرہ پر ان کو یہ گمان ہو جاتا ہے، وہ وسوسہ ہے، ریاء نہیں ہے، سو وسوسہ پر مؤاخذہ نہیں، اس کی موٹی اور تسلی بخش مثال یہ

ہے کہ :

بالاجماع وسوسہ کفر نہیں اور اس پر مؤاخذہ نہیں اسی طرح اس کو سمجھئے یہ نکتہ اگرچہ بہت چھوٹا ہے مگر نفع میں اگر اس کو علم عظیم کہا جاوے تو بجا ہے۔ والحمد للہ علی ما علمنیہ و فھمنیہ

غور کرنے سے معلوم ہوا کہ نفلی عبادت میں ریاء زیادہ پایا جاتا ہے۔ ریاء کے وسوسہ پر مواخذہ نہیں ہے۔

الحمد للہ بروز جمعۃ المبارک ۱۰ شوال ۱۴۳۲ھ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے تحریر فرمودہ مضمون ''نمازیں کی جانے والی کوتاہیاں'' کی تسہیل مکمل ہوگئی اللہ تعالی قبول فرمائے اور نافع بنائے۔ آمین۔

خلیل احمد تھانوی

دل تجھ کو دیا حق نے تُو حق اس کا اَدا کر
سب چھوڑ خیالات بس اک یادِ خدا کر

اللہ نے بخشے تجھے اعضاء پئے طاعت
کر ایک یہی کام، نہ کچھ اس کے سوا کر

خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

نذرانۂ عقیدت

بحضور شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی ایسی محبت آپ کو
سنتوں سے عشق، بدعت سے تھی نفرت آپ کو

وعظ میں روتے تھے خود، اَوروں کو دیتے تھے رُلا
اس اَدا پر مل گئی دُنیا میں شہرت آپ کو

نتیجۂ فکر: جناب انیس پرخاصوی الٰہ آبادی (ہند)

ایک اہم بات جو قابلِ توجّہ ہے وہ یہ ہے کہ نماز میں کوتاہی کا گناہ اور اس کی سزا دوسرے اعمال کے مقابلے میں زیادہ ہے کیونکہ نماز فرض ہے اور دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے اس میں کوتاہی کرنا گویا دن میں پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی کرنا اور اس کو ناراض کرنا ہے۔ بخلاف دوسرے اعمال کے کہ بعض فرض نہیں اور اگر فرض ہیں بھی تو روزانہ فرض نہیں جیسے روزہ اور زکوٰۃ کہ سال بھر میں ایک ہی دفع فرض ہوتے ہیں اور حج تو عمر بھر میں ایک ہی دفعہ فرض ہے۔ پھر زکوٰۃ و حج تو ہر ایک پر فرض بھی نہیں۔ چُنانچہ نماز اور دوسرے اعمال میں یہ فرق تو واضح ہے۔ اس لیے نماز کو زیادہ اہتمام سے ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ بطور نمونہ کے نماز میں کی جانے والی بعض ان کوتاہیوں کا ذکر کرتا ہوں جن کا ارتکاب لوگ کثرت سے کرتے ہیں۔ تاکہ ان پر متنبہ ہو کر ان کی اصلاح کریں اور اپنی نمازوں کو درست کریں۔